۱۹۴۸ء

چراغِ خونِ حسینؑ مدام روشن ہے — زمیں سے تا بشفق صبح و شام روشن ہے
عمل کی بزم میں احمدؐ کا نام روشن ہے — لحد میں شمع ہے، عالم تمام روشن ہے
نہ یہ چراغ اگر رہ نمائے کل ہوتا
تو دینِ ختمِ رسل کا چراغ گل ہوتا

چراغِ عشق ہے یہ طرفہ گل کھلاتا ہے — یہاں جلائیں تو محشر میں نور جاتا ہے
نگاہِ حر جو کسی دیدہ ور میں پاتا ہے — سوادِ شام میں جلووں کو کھینچ لاتا ہے
یہ نورِ حق بھی ہے ظلمات کی تلافی بھی
چراغِ قبر بھی، پروانۂ معافی بھی

اسی چراغ سے پُرنور ہے جہاں سارا — سخن میں نقص ہو پیدا کہیں جو مہ پارا
قمر ہے داغِ جگر اور نجوم آوارا — یہ لازوال تو سورج ہے ڈوبتا تارا
وہ صبحدم بھی فروغِ نظر نہیں ہوتا
یہ شام کو بھی چراغِ سحر نہیں ہوتا

فروغِ شمعِ ولا جن کی آنکھ میں کھٹکے — کریں چراغ بجھانے کی کوششیں ڈٹ کے
جو گل کترتے ہیں رہ جائینگے وہ خود کٹ کے — یہ جھلملائے نہ بھڑکے نہ اس کی لو بھٹکے
اُٹھے شعاع کا ذرّہ تو کیا سے کیا ہو جائے
سمندِ ظلم بھڑک کر چراغ پا ہو جائے

اسی چراغ نے تیرہ دلوں کو داغ دیا — جو صاف دل تھے انھیں نور کا ایاغ دیا
سدا بہار ولائے علیؑ کا باغ دیا — لحد کے واسطے گویا مجھے چراغ دیا
اسی سے اژدرِ عصیاں کا دم نکلتا ہے
یہی تو کالوں کے آگے چراغ جلتا ہے

چمک گئی مری قسمت کہ یہ چراغ ملا
غمِ حسین ملا، رنج سے فراغ ملا
ہر اک خلش ہوئی رخصت وہ دل کو داغ ملا
یہ اہلِ بیت کے صدقے میں خانہ باغ ملا

لیے ہوئے جو تولا کا یہ چراغ ہوں میں
تو اس چراغ کے ہر گل سے باغ باغ ہوں میں

اسی چراغ سے روشن ہے محفلِ عرفاں
یہی چراغ عقیدت کی بزم کے شایاں
اسی کی لو سے ابھرتی ہے فطرتِ انساں
اسی کی آنچ سے نبضوں میں خونِ گرم رواں

اسی کا راہِ حیاتِ بشر میں جلوہ ہے
یہ کربلا کی زمیں کا چراغِ کشتہ ہے

سدا چراغ دکھاتے رہے جو رہبر دیں
نہ ہو سکے کبھی دلسوز ان کے اہلِ زمیں
ہوائے تند میں تھے جو چراغِ بزم یقیں
اب ان کا نام ہے روشن اور آندھیاں نہ رہیں

چمن میں شام کے گل کا نشاں نہ پتی کا
نہ کرنے والا ہے کوئی چراغ بتی کا

جہاں حسین کی الفت کا داغ روشن ہے
تو زندگی کا وہاں ہر چراغ روشن ہے
خرد کے نور سے دل کا ایاغ روشن ہے
ضیائے دل سے خرد کا دماغ روشن ہے

ہر ایک دوسرے کا زنگِ فکر دھوتا ہے
یونہی چراغ سے روشن چراغ ہوتا ہے

جگر کے داغ سے آنکھوں میں ہیں جو اشک عزا
یہ اس چراغ سے جھڑتے ہیں پھول صل علیٰ
ہنسیں چراغ تو یہ فال نیک ہے گویا
شگون لیتے ہیں اس سے محب تو جنت کا

ولا کے فیض سے آساں ہر ایک مشکل ہے
بس اب چراغ ہے روشن مراد حاصل ہے

اسی چراغ میں ایماں کی روشنائی ہے
اسی چراغ میں تنویرِ مصطفائی ہے
یہ ضو اسی سے دلِ مومنیں نے پائی ہے
کہ شمعِ تربت زہرا سے لو لگائی ہے

چراغ لے کے جو ڈھونڈیں تو یہ ضیا نہ ملے
جو اس چراغ کا جلوہ نہ ہو خدا نہ ملے

وہ عالمِ ملکوتی، وہ منزلِ عرفان — اسی چراغ کی لو میں ہیں روز و شب رقصاں
میں اس چراغ کو دل میں جلا کے ہوں جو رواں — عجب نہیں کہ ملے جلوہ امامِ زماں
نصیب نصرتِ مولا میں ہو فراغ مجھے
یہی چراغ دکھائے چہل چراغ مجھے

یہی وہ شمع ہے جلوے ہیں جس کے لیل و نہار — چراغِ حق ہے۔ اسے کیا بجھائیں گے کفّار
منافقوں کی بھی پھونکوں کا شور و شر ہو ہزار — جب آندھیاں نہ جمیں، موذیوں کا کیا پھنکار
چڑھے گا زہر ہی کیا ان کی بدسگالی کا
چراغ چاٹ کے آئے ہیں یہ دوالی کا

چراغِ عشق کہ جس کا ہر ایک گل اک باغ — فروغِ چشم و نظر قلبِ مطمئن کا فراغ
رکھے ہیں دل سے لگا کر رہِ ولا میں جو داغ — حرم میں نام علی کے جلائے ہیں یہ چراغ
نظر بھی سوختہ ہو جائے دل بھی ساتھ جلے
جو اس چراغ کو دے ہاتھ اس کا ہاتھ جلے

بجھے خود اُن کے ہی دل جو چراغِ حق سے جلے — یہ پوچھ لو شبِ ہجرت سے کس نے ہاتھ ملے
وہ سورما جو شجاعوں کی گود کے تھے پلے — چراغِ دیں کو بجھانے چلے چراغ جلے
علی کا رعب وہ بیٹھا قلوب داغی میں
خودی بھی دے گئے بودے یہاں چراغی میں

وہ حق کا نور وہ خندق وہ حملۂ اشرار — چراغ کرنے کو ٹھنڈا وہ گرمیِ کفّار
مجاہدوں کے رخوں پہ بدہشت پیکار — وہ ٹمٹماتے ہوئے سے چراغ کے آثار
اگر علی کہیں ایسی گھڑی میں ٹل جاتے
سوادِ کفر میں گھی کے چراغ جل جاتے

مرے چراغ کے اک پھول کا شرف جو سنیں — چمن میں برگ و شجر رات دن سروں کو دھنیں
جنھیں ہے بغض وہ تنکے اگر چنیں تو چنیں — جو اس کی ضو سے جلیں شعلہ حسد میں بھنیں
وہ کون چھینے گا جلوے جو ربِ اکبر دے
کسی میں دم ہو تو آئے چراغ گل کر دے

چراغ داغ عزا سے ہے مجلسوں کی بہار — جلا گئی جسے آہوں سے عترتِ اطہار
اسی چراغ کا اک پھول یہ مرا گلزار — گلوں سے جس کے مسلسل بنے ہیں نظم کے ہار
وہ نظم جس کے شگوفے کھلے تو باغ ہوئے
اسی چراغ کے گل سے یہ گل چراغ ہوئے

یہ پھول زر کے لیے ہیں نہ واہ واہ کے لیے — نبی کے واسطے ہیں شاہِ لافتا کے لیے
مزہ ہی کیا جو ثنا خواں ہوئے ثنا کے لیے — نسیم مدح علی کیجیے خدا کے لیے
جو طمع نفس نے ذکر ثنا میں گھیرا ہے
تو پھر چراغ تلے جان لو اندھیرا ہے

ہزار لوگ کریں گفتگوئے بوالعجبی — میں اف کہوں سر منبر تو صاف بے ادبی
جہاد نفس کروں دل میں آگ ہو جو دبی — کہ میں ہوں شاعرِ آلِ محمدِ عربی
نہ کچھ سنانا کسی کا جواب دینا ہے
یہ جن کا ذکر ہے ان سے ثواب لینا ہے

کسی کی بزم سخن کا نہیں میں گو کہ جلیس — مگر یہ میرا عقیدہ ہے اور ہے بھی نفیس
نسیم! باغ لگائیں جو مل کے بھی دس بیس — وہی پھلیں گے جو ہوں قائل دبیر و انیس
یہ فکر ہے شہِ روشن ضمیر کا صدقہ
یہ مرثیے ہیں انیس و دبیر کا صدقہ

انیس کون خدیوِ سخن خدائے سخن — دبیر شاہِ سخن خالق بنائے سخن
انھیں کے جسم پہ موزوں تھی بس قبائے سخن — چراغ دو تھے مگر ایک تھی ضیائے سخن
نشانہ ایک تھا گو مختلف کمانیں تھیں
کہ ذوالفقار کی گویا یہ دو زبانیں تھیں

سخن میں ان کے جو تھا گلشن نعیم کا رنگ — مرے ریاض کے پھولوں میں ہے شمیم کا رنگ
کلام میں نہیں اپنے کسی کلیم کا رنگ — گلوں کے رنگ سے ملتا ہے کب نسیم کا رنگ
یہ ہیچ کس نے کہا ہیچ ہوں حقیر ہوں میں
بڑے امیر کے در کا مگر فقیر ہوں میں

نہ فہم مجھ میں نہ اہلیت و لیاقت ہے
مگر حسین کی مدحت دلیلِ حرمت ہے
حسین وہ کہ یہ ادنیٰ سی جس کی عظمت ہے
چراغ آج بجھا نور تا قیامت ہے
اسی حسین کا گھر رن میں بے چراغ ہوا
چراغ حق کے جلے دل جو داغ داغ ہوا

حسین شمع حرم مصطفیٰ کا لختِ جگر
حسین عاشقِ جانبازِ دینِ پیغمبر
سجودِ عشق کو دے کر بقا تہِ خنجر
رہِ وفا میں مصلے سے کر گیا جو سفر
کسی غریب پہ یہ آفت شدید نہ ہو
وطن سے چھٹ کے الٰہی کوئی شہید نہ ہو

ہوا یہ ظلم زمانے میں دو غریبوں پر
وہ ایک بیکس و مضطر ہے فاطمہ کا پسر
اور ایک مسلم بے پر غریب و خستہ جگر
کوئی نہ ان کا معین تھا نہ آپ کا یاور
قلق یہ تھا کہ شہ مشرقین بھی بچھڑے
پرائے دیس میں دو نور عین بھی بچھڑے

مقیم خانہ ہانی تھے مسلم پر غم
اسے بھی قتل کیا ظالموں نے ہائے ستم
یہ انقلاب یہ رنگِ دو رنگیِ عالم
اماں کی فکر میں در در پھرے سفیر حرم
بڑھی جو پیاس بہت۔ تھرتھرا کے بیٹھ گئے
قریب شب درِ طوعہ پہ آکے بیٹھ گئے

مکاں سے نکلی جو طوعہ تو بولی گھبرا کر
کہ آپ کون ہیں بیٹھے ہیں کس لیے در پر
دبی زباں سے کہا اک غریب ہوں خواہر
پلا دے آب مجھے بہرِ ساقیٔ کوثر
یہ سن کے نذرِ امام انام لے آئی
بشوق بھر کے وہ پانی کا جام لے آئی

وہ آب پی کے بھی اٹھے نہ جب تو اس نے کہا
کہ پانی پی چکے اب گھر کو جاؤ بہر خدا
اسیر کرنے کو مسلم کے پھرتے ہیں اعدا
عیال فکر میں ہوں گے کہ رہ گئے کس جا
غضب ہے پھر جو غریبوں کے دل کو کل نہ پڑے
تلاش میں کوئی بی بی کہیں نکل نہ پڑے

یہ سن کے آہ بھری اور کہا بدیدۂ تر — نہ بیٹھتے ترے در پر کہیں جو ہوتا گھر
کہاں عیال جنھیں فکر ہو گی اے خواہر — یہاں بہن ہے نہ بھائی نہ زوجہ و دختر
نہ جانے وہ بھی یونہی غم میں ہیں کہ چین سے ہیں
حسین ہم سے جدا ہم جدا حسین سے ہیں

یہ نام سن کے پکاری وہ عاشقِ زہرا — حسین آپ کے کیا ہیں کہا مرے مولا
وہ بولی نام و نسب کچھ بتلایئے میں فدا — کہا کہ مردِ غریب الوطن کا نام ہی کیا
مطیعِ ملّتِ خیر الانام ہوں بی بی
حسین کا میں اک ادنیٰ غلام ہوں بی بی

یہ سن کے اس نے تڑپ کر کہا بشدتِ غم — یہ خاکسار بھی ہے اک کنیزِ شاہِ امم
چھپاؤ مجھ سے نہ للہ حالِ درد و الم — بتادو نام تمھیں جانِ فاطمہ کی قسم
کہا حرم سے جو بچھڑا وہ بے نصیب ہوں میں
وکیلِ سبطِ نبی مسلمِ غریب ہوں میں

یہ نام سنتے ہی قدموں پہ وہ گری رو کر — کہا فدا ہو یہ لونڈی عقیل کے دلبر
حضور نائبِ شبیر ہیں ، نہ تھی یہ خبر — کنیز گھر میں رہی آپ یوں پھرے دردر
بس اب نہ صدمۂ غربت اٹھایئے مولا
غریب خانے کی عزت بڑھایئے مولا

یہ سن کے آپ اٹھے اور دعائیں دے کے کہا — کریم اس کی جزا دے تجھے کنیزِ خدا
وہ گھر میں لائی جو ان کو بصد خلوص وولا — وہاں بھی چین سے گردوں نے بیٹھنے نہ دیا
کٹی وہ رات جو شبیر کے فدائی کی
سحر کو فوجِ ستمگار نے چڑھائی کی

وہ شور و شر جو سنا اٹھے مسلمِ ناچار — کہا رضا بقضا اور کھینچ لی تلوار
قریب در کے جو آیا وہ غازیِ جرار — قدم سے طوعۂ بیکس لپٹ گئی اک بار
کہا ہزاروں سے تنہا نہ کارزار کرو
مجھے بتول سے داری نہ شرمسار کرو

یہاں نہ کوئی ہے ناصر نہ مونس و غم خوار   ہزار خون کے پیاسے شقی اور اک دیندار
نجف کو مڑ کے پکاری یہ پھر بحالت زار   بچاؤ اپنے بھتیجے کو حیدرِ کرار
نیا ستم ہے کہ مہمان پر چڑھائی ہے
لٹا عقیل کا گھر یا علی دوہائی ہے

وہ بولے صبر کر اے عاشق علی و بتول   میں تجھ سے شاد ہوں خوشنود ہیں خدا و رسول
نہ اب رکے گا کسی طرح یہ حزین و ملول   حسام کھینچ کے رد کیں نہیں یہ اپنا اصول
دفاع جبکہ ہو واجب تو جائے غور نہیں
ہم اہل بیت پیمبر ہیں کوئی اور نہیں

دفاع کے لیے مسلم بصد وقار چلے   جب ان کو گھیر لیا۔ بہرِ کارزار چلے
رکاب تھام کے اقبال و اقتدار چلے   قدم فرس کے چلے، جیسے ذوالفقار چلے
مچا یہ غل کہ ہٹو کوفیو دلیر بڑھا
غضب میں شیر بڑھا زندگی سے سیر بڑھا

رجز پڑھا کہ غلام شہ جلیل ہوں میں   کفیل ملّتِ اسلام کا وکیل ہوں میں
امین کلمۂ حق مثل جبرئیل ہوں میں   وہ عقل کُل ہیں تو ہوں دلبر عقیل ہوں میں
ملا ہے منصب حسن قبول صل علیٰ
امام وقت کا میں ہوں رسول صل علیٰ

وزیر وارث تخت پیمبری ہوں میں   شگوفہ چمنستانِ صفدری ہوں میں
دلیر و پُر جگر و غازی و جری ہوں میں   تمہیں بھگا کے رہوں گا کہ حیدری ہوں میں
بحکم ابنِ جناب امیر آیا ہوں
سفیر غیب کا بن کر سفیر آیا ہوں

خدا کے فضل و کرم سے ہوں میں عزیز نبی   وہی نبی کہ خودی سرکشوں کی جس سے دبی
وہی نبی کہ مسلم ہے جس کی خوش نسبی   وہ مکّی و مدنی ہاشمی و مطلبی
علی ہیں میرے چچا میں کسی سے پست نہیں
بھتیجا دستِ خدا کا ہوں زیر دست نہیں

مرے گھرانے سے واقف ہیں جن وانس تمام — کہ ایک عمِّ معظم رسول ایک امام
فرازِ عرش وہ حق کے کلیم ہیں یہ کلام — وہ شاہِ بدر، شبِ قدر کے یہ ماہ تمام
قمر کا جام وہ انگلی سے توڑنے والے
یہ آفتاب کو مغرب سے موڑنے والے

وہ شانِ علم و عمل ہیں یہ جانِ سیف و قلم — خمیر ایک ہے دونوں کا کچھ وہ بیش یہ کم
وہ تن یہ نفس وہ پیکر یہ سر وہ گوشت یہ دم — رسول نور کی صورت، یہ اُن کے پارۂ عم
وہ انبیا کے ہیں والی یہ اولیا کے ولی
وہ ہیں خلیل کے وارث یہ ہیں خدا کے ولی

خدا کی یاد ہے مثلِ نمازِ یادِ علی — وہی خدا کا ارادہ جو ہے مرادِ علی
گرہ کشائے دو عالم ہے اعتقادِ علی — نبی سے جب تو خدا نے کہا کہ نادِ علی
وہی معین وہی عون فی النوائب ہیں
عجب کی بات نہیں مظہر العجائب ہیں

علی چراغِ حقیقت علی تجلّیِٔ طور — علی نذیر و علی ناظر و علی منظور
علی نصیر و علی ناصر و علی منصور — علی امیر و علی آمر و علی مامور
خدا کے ہاتھ بھی ہیں دستگیر بھی ہیں علی
امیر بھی ہیں جنابِ امیر بھی ہیں علی

علی رسول کے سرِ کائنات کے سرور — علی امام علی پیشوا علی رہبر
علی جہاز علی ناخدا علی لنگر — علی دلیر علی شیرِ حق علی حیدر
علی کی تیغ بھی قاتل تھی چینِ ابرو بھی
نبی کے قوت بازو بھی دست و بازو بھی

علی کمالِ شریعت علی مہ کامل — علی کریم علی ذو الکرم علی عادل
علی ہی فرقِ نبی فارقِ حق و باطل — علی ہی دلبرِ عمران ۔ عمرو کے قاتل
علی کی ضرب جو ہلکی سی وہ گراں سے گراں
کبھی کبھی تو عباداتِ دوجہاں سے گراں

علی قسیم و علی قاسم و علی قسمت — علی جری و علی جرأت و علی ہمت
علی حکیم و علی حاکم و علی حکمت — علی نعیم و علی مُنعم و علی نعمت
وہ ایک دو نہیں جمّ غفیر شاہد ہے
علی پہ ختم ہے نعمت، غدیر شاہد ہے

کسی ولی کو علی ولی کی خو نہ ملی — ہزار پھول کھلے پر علی کی بو نہ ملی
کلیم کو یہ تکلّم یہ گفتگو نہ ملی — کنویں میں گر گئے یوسف یہ آبرو نہ ملی
بکے جو وہ کسی گمراہ نے خرید لیا
علیؑ کے نفس کو اللہ نے خرید لیا

علی کے سامنے ہستی کی کون ہستی تھی — جفا شعاروں کی بستی عدم میں بستی تھی
علی نہیں تھے تو کعبے میں بت پرستی تھی — وہ ہستیاں تھیں وہاں نیستی برستی تھی
لیا تھا سنگدلوں نے وہ گھر جفا کر کے
بتوں سے چھینا ہے کعبہ خدا خدا کر کے

ملا خدا سے جنھیں یہ وقار نام خدا — انھیں کے ہم ہیں اطاعت گزار نامِ خدا
لیا خلوص سے جب ایک بار نامِ خدا — کبھی سپر ہے کبھی ذوالفقار نامِ خدا
لبوں پہ ذکر ہے اور اس کا مدعا دل میں
علی علی ہے زباں پر خدا خدا دل میں

جو اہل سیف کا قبلہ ہے وہ مکاں اپنا — خدا کا شیر ہے جس میں وہ خاندان اپنا
قدم بڑھا ہے جہاں میں جہاں جہاں اپنا — وہاں وہاں ہے بلند آج تک نشاں اپنا
وہ یاد رکھیں ستانے جو آئے ہیں مجھکو
فنونِ جنگ علی نے سکھائے ہیں مجھکو

وغا سے پہلے جو حجت تمام کرتا ہوں — فقط تاسّیِ حکمِ امام کرتا ہوں
ابھی تلک تو بمنت کلام کرتا ہوں — ہٹو یہاں سے نہیں قتل عام کرتا ہوں
بڑھوں بغیظ تو ندی لہو کی بہہ جائے
نہ کہنا پھر مجھے مسلم جو کفر رہ جائے

رجز یہ سنکے جو اعدا صفیں جمانے لگے
چبا کے ہونٹوں کو یہ آستین چڑھانے لگے
ہلا ہلا کے جو وہ برچھیاں ڈرانے لگے
یہ چشمِ غیظ سے بودوں کا دل ہلانے لگے
بجا بجا کے جو باجے ہجوم بڑھنے لگے
تو جھوم جھوم کے نادِ علی یہ پڑھنے لگے

چلے جو تیر تو مولا کا جاں نثار چلا
ڈکارتا ہوا ضیغم پئے شکار چلا
چلی جو تیغ تو دوزخ کو ہر سوار چلا
سوار سوئے سقر کھر کورا ہوار چلا
ہر ایک وار میں دس دس سوار گرتے تھے
تمام کوفے میں کوتل سمند پھرتے تھے

جدھر بھی دشت میں تیغِ وکیل شاہ چلی
اُدھر سے پھیر کے منہ فوجِ روسیاہ چلی
قضا یہ کہتی ہوئی جانبِ سپاہ چلی
پناہ لوگے کہاں تیغِ بے پناہ چلی
وہ مثل موج بڑھی وہ مثال سیل گئی
وہ سنسنا کے چلی، سنسنی سی پھیل گئی

وہ تیغ تیز کہ جھنکار جس کی نادِ علی
مطیع تیغ ید اللہ خانہ زادِ علی
ہر ایک ضرب پہ جبریل محو یادِ علی
فضا میں کھینچ دیا نقشۂ جہادِ علی
پکارتی تھی ارے قہر کردگار ہوں میں
پیوں گی خون کہ شاگرد ذوالفقار ہوں میں

پڑھا رہی تھی جو کلمہ حسام مسلم کا
مثال تیغ چمکتا تھا نام مسلم کا
برائے حق جو وہ تھا قتل عام مسلم کا
نبی کے دین میں شامل تھا کام مسلم کا
شریک کار رسالت ہوئے ولی کی طرح
منافقوں سے لڑے دو بدو علی کی طرح

وہ تیغ چلتی تھی سن سن کہ بادِ طوفانی
غریق بحر تحیّر تھے ظلم کے بانی
گزر گئی جو سروں سے یہ مثل طغیانی
عدو کے حلق میں اٹکا حسام کا پانی
نہ پانی مانگ سکے جو لہو کے پیاسے تھے
وہ خوں میں غرق تھے جو آبرو کے پیاسے تھے

وہ سیف صورت سیّاف تھی جو لاثانی   دم جہاد تھی مسلم کو جزِ قرآنی
جھکی تھی طاعت رب پر مطیع ربّانی   وہ حج کے دن وہ سپاہ شفق کی قربانی
ہلال تیغ کی دن دوپہر جو دید ہوئی
اجل پکاری میں قربان مجکو عید ہوئی

کسی کا دم کسی خنجر کی دھار لے کے چلی   سروں کو کاٹ کے پھینکا نہ بار لے کے چلی
سپر کے پھول اڑائے بہار لے کے چلی   زباں سے قول، دلوں سے قرار لے کے چلی
نمک حرام تھے جتنے انھیں حلال کیا
ہر ایک عہد شکن کو شکستہ حال کیا

جھکی تو طاق حرم تھی اٹھی تو شور اذاں   ملی تو دست حسیں تھی کھنچی تو رشتۂ جاں
چلی تو تیر نظر تھی چبھی تو نوک سناں   گری تو برق تپاں تھی پھری تو چشم بتاں
رکی مثال طبیعت لڑی نظر کی طرح
ہر ایک قلب میں در آئی اپنے گھر کی طرح

علی کا شیر وہ سیاف اور وہ اعلیٰ سیف   صفیں ہیں صاف یہ سیفی چلی کوئی یا سیف
عدو بھی کہتے تھے۔ کیا حرب و ضرب ہے کیا سیف   دم جہاد ہے تائیدِ صاحبِ لا سیف
دلوں میں بیٹھ گئی ہیبت قضا کی طرح
قلوب فتح کیے شاہِ لافتا کی طرح

ہر ایک وار میں کاٹیں صفیں پرے توڑے   بڑے بڑے تھے جو رُودار ان کے منہ موڑے
مچی غضب کی یہ ہل چل کہ گر گئے گھوڑے   جدھر کو وار چلا منچلوں نے جی چھوڑے
ستم کا نام نہ تھا ظلم کا وجود نہ تھا
کسی عدوئے پیمبر میں دم درود نہ تھا

سوار جنگ سے منہ موڑ موڑ کر بھاگے   پیادے خوف سے دل توڑ توڑ کر بھاگے
وغا میں دست ادب جوڑ جوڑ کر بھاگے   کلیجے تھام کے جی چھوڑ چھوڑ کر بھاگے
خلاف مسلکِ قول و قرار کرنے لگیں
تنوں کو چھوڑ کے جانیں فرار کرنے لگیں

یہ جس پرے پہ جھپٹے قتل عام کر کے پھرے — صفیں بچھا کے نشاں لے کے نام کر کے پھرے
یہ کوفیوں کی جو ٹکڑی تمام کر کے پھرے — نجف کو مڑ کے علی کو سلام کر کے پھرے
جناں سے آ کے خدیجہ بلائیں لینے لگیں
جناب فاطمہ زہرا دعائیں دینے لگیں

خوشی میں یاد جو آیا نبی کا نور العین — کہا زباں سے بے ساختہ کہ ہائے حسین
بھر آئے آنکھوں میں آنسو جو دل ہوا بے چین — دغا کا پا گئے موقع عدوئے شاہِ حنین
سبھوں نے منہ جو انہیں کی طرف کو پھیر لیا
ہزار نے تن تنہا کو مل کے گھیر لیا

جری پہ ٹوٹ پڑی چار سمت سے جو سپاہ — چلائی تیغ پھر اک بار کہہ کے بسم اللہ
ہزار زور لگایا تھے سبھی گمراہ — مگر رکا نہ کسی سے ہژبر شیر الٰہ
وہ دبدبہ تھا کہ فوج جفا لرزتی تھی
زمین کانپ رہی تھی فضا لرزتی تھی

کسی طرح نہ رکا جب یہ ثانی عباس — عدو نے مکر سے کھودا کنواں بعالم یاس
چھپا کے پھر خس و خاشاک سے بصد وسواس — دغا سے گھیر کے لائے جری کو چاہ کے پاس
بڑھا قدم تو لٹے اہل بیت ہائے غضب،
کنویں میں گر گئے گھوڑے سمیت ہائے غضب

وہ ایک جان حزیں وہ ہزار بانی شر — کوئی اٹھائے تھا نیزہ کوئی لیے تھا تبر
کسی نے تیغ کسی نے لگا دیا خنجر — کسی نے دور سے مارا غریب کو پتھر
میان چاہ مصیبت میں گھر گئے مسلم
وہ زخم کھائے کہ گھوڑے سے گر گئے مسلم

خیال شہ میں پکارا وہ صابرِ ازلی — دم اخیر ہے اب السلام جانِ علی
سرِ غریب پہ جس وقت کوئی تیغ چلی — پھرا نظر میں شگافِ سرِ علی ولی
قضا کے شوق میں حربوں کے منہ کو چومتے تھے
سرورِ عشق میں کھا کھا کے زخم جھومتے تھے

ستائے جو مسافر کو بانیٔ بیداد　　رسن میں باندھ کے لے آئے پیش ابن زیاد
غضب کی پیاس سے تھا جاں بلب جو یہ ناشاد　　کسی سے آب کا طالب ہوا خجستہ نہاد
یہاں بھی ساتھ دیا دلکباب طوعہ نے
شتاب پیش کیا جام آب طوعہ نے

لبوں کے پاس جو آیا وہ ساغرِ پُرآب　　بجائے آب نظر آیا جام میں خونناب
ندا یہ آئی کہ مایوس کیوں ہے اے بیتاب　　حجاب اُٹھ گئے ہیں دیکھ سوئے چرخ شتاب
نظر اٹھائی تو دشت جفا نظر آیا
تمام معرکۂ کربلا نظر آیا

ہجوم فوج میں دیکھی یہ حالتِ سرور　　کہ لب ہیں خشک بدن غرق خوں خمیدہ کمر
نظر کے سامنے ریتی پہ لاشۂ اکبر　　پدر کے ہاتھوں پہ مجروح شیر خوار پسر
زمیں پہ پھینک کے پانی کہا کہ ہائے حسین
وہ جام آب پیوں میں جسے نہ پائے حسین

زمیں پہ بیٹھ کے پھر ابن سعد سے یہ کہا　　وصیتیں مری سن لے کھڑی ہے سر پہ قضا
لباس و تیغ و زرہ بیچ کر برائے خدا　　جو کچھ ملے وہ مرے قرضخواہ کو دینا
یہ خستہ حال کٹا کر گلا جو سو جائے
بڑا کرم ہو اگر لاش دفن ہو جائے

منگا دے خامہ و قرطاس بہر ربّ انام　　لکھے گا شاہ کو تسلیم آخری یہ غلام
وہ خط کے لکھنے کا سامان آگیا جو تمام　　لہو سے اپنے لکھا اے بتول کے گلفام
عجیب حال میں یہ بیکس و مسافر ہے
حروفِ خط سے زمانے کا رنگ ظاہر ہے

زیادہ لکھ نہیں سکتا یہ بیکس و مضطر　　نہ لائیں کوفہ میں تشریف شاہ جن و بشر
طلب کیا ہے دغا سے عدو نے اے سرور　　تمام کرتا ہوں اب خط کہ کھنچ گیا خنجر
فقط یہ غم ہے کہ مولا کو پڑھ کے غم ہوگا
قلم کو رکھتا ہوں اب میں کہ سر قلم ہوگا

یہاں جو آئے تھے دو لختِ دل مرے ہمراہ — فلک نے تفرقہ ڈالا بچھڑ گئے وہ آہ
پھریں نہ خاک اڑاتے وہ لال غیرت ماہ — تلاش کرلیں انھیں بازوئے شہ ذی جاہ
ملیں صغیر تو میری طرف سے پیار کریں
بڑے جو وقت تو اسلام پر نثار کریں

روا داری میں وصیت بھی لکھ دوں اک دم یاس — کہ میری زوجۂ بیکس ہے خواہر عباس
سفارش ان سے کریں بادشاہِ قدر شناس — غریب بیوہ کو تسکین دے وہ نیک اساس
مرے یتیموں کو شفقت سے پال لیں عباس
مرے لٹے ہوئے گھر کو سنبھال لیں عباس

تمام کر چکے نامہ جو مسلمِ ذی جاہ — کہا یہ تب پسرِ سعد سے بحسرت و آہ
اسے حسین کی خدمت میں بھیج دے للہ — کلیجہ تھام لیں اب عاشقانِ شیر الٰہ
گیا وہ بام پہ مظلوم سر جھکائے ہوئے
بڑھا وہ ذبح کو جلاد تیغ اٹھائے ہوئے

زباں خموش ہے دل کہہ رہا ہے مثلِ نگاہ — کہ شہ کی دید سے محروم ہی چلے ہم آہ
یہ ظلم دیکھ تو لیتا علی کا غیرتِ ماہ — زمینِ کوفہ بحکمِ خدا اٹھی ناگاہ
حسین کو یہ شہیدِ جفا نظر آیا
انھیں حسین کا سب قافلہ نظر آیا

کیا امامِ امم کو جو آخری مجرا — اک آہ سرد بھری اور رو دیے مولا
بہن تڑپ کے پکاری کہ کیا ہوا بھیا — پھرا کے منہ سوئے کوفہ امامِ دیں نے کہا
ہماری یاد میں منہ آنسوؤں سے دھوتے ہیں
بہن وہ دیکھیے مسلم شہید ہوتے ہیں

بہن نے پردہ محمل اٹھا کے کیا دیکھا — رسن میں مسلمِ مظلوم کو بندھا دیکھا
پچھاڑیں کھائیں تڑپ کر وہ ماجرا دیکھا — اخی کا تیغ سے کٹتے ہوئے گلا دیکھا
پکاری زوجۂ مسلم کلیجہ پھٹتا ہے
ارے بچاؤ کوئی میرا تخت الٹتا ہے

کہا انہی سے کہ عباس تم کمک کو جاؤ میں واری اے مرے بھیا مرا سہاگ بچاؤ
جو پاس ہو کوئی بستی تو دوستوں کو بلاؤ یہ ننھے ننھے سے بچے میں کیا کروں بتلاؤ
تمھاری پیاری بھتیجی تڑپ کے روتی ہے
یہ پانچ سال کی بچی یتیم ہوتی ہے

بہن کا سن کے یہ نوحہ جو رو دیے عباس تڑپ کے رہ گئے غم سے امام وقت شناس
اٹھا کے گود میں بچی کو پھر بحسرت و یاس دلاسا دیتے ہوئے آ گئے بہن کے پاس
کہا کہ روؤ نہ للٰہ دل پہ جبر کرو
علی کی بیٹی ہو راہِ خدا میں صبر کرو

مقامِ غور ہے اے صاحبانِ قلب و جگر ہوئی یتیم یہ بچی تو شاہ تھے سر پر
چھٹی جو شہ سے سکینہ چچا تھے اور نہ پدر یتیم ڈھونڈتی پھرتی تھی سب کو رو رو کر
کہیں چچا نہ شہِ نامدار ملتے تھے
طمانچے مارنے والے ہزار ملتے تھے

قیامت آتی ہے اے شہ کے دوستو ہشیار جھکے وہ عشق کے سجدے میں مسلم دیندار
بڑھی وہ حلق کے بوسے کو ظلم کی تلوار بتول رو کے پکاریں کہ رحم کر غدار
نبی کا راحت جاں غم میں جان کھوئے گا
خبر سنے گا تو میرا حسین روئے گا

اُدھر تڑپتی رہیں دختر رسول زمن ادھر شقی نے مسافر کی کاٹ لی گردن
زمیں پہ کوٹھے سے پھینکا وہ پاش پاش بدن پھر اس کے بعد وہ لاشہ وہ پاؤں اور وہ رسن
رہی کفن سے بھی محروم بے نصیب کی لاش
غضب ہے ٹھوکریں کھاتی پھری غریب کی لاش